AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

عہد خلافت راشدہ میں تعلیم وتزکیہ نفس

Education and self-purification during the era of the Rightly Guided Caliphate

Zaheer Azam
PhD Scholar, The University of Lahore.
Email:zaheerazam2772@gmail.com
Dr Shamsul Arifeen
Associate Professor, Department of Islamic Studies, The University of Lahore, Lahore
Email: shams.arifeen@ais.uol.edu.pk
Muhammad Riaz
PhD scholar green international University lahore.
Email: riaztabbsum@gmail.com

Abstract:
The era of the Rightly Guided Caliphate (11 AH to 40 AH) is that brilliant and brilliant period of Islamic history that was a direct continuation of the training and teachings of the Holy Prophet (PBUH). This period was actually the practical expansion and completion of the state of Medina, which was founded by the Holy Prophet (PBUH). The distinctive feature of the Rightly Guided Caliphate was that it made education and self-purification the main pillars of government and society. All the political, social, judicial and economic institutions of that time were established in accordance with the guidance of the Quran and Sunnah and the Sunnah of the Holy Prophet (PBUH). As a result, the spirit of religion, that is, knowledge and spiritual training, was not limited to mere religious rituals but took the form of a comprehensive social and intellectual system.

Keywords: *Ightly Guided Caliphate, Islamic history,State of Medina,Education , Self-purification ,Government and society , Political institutions , Social institutions*

عہدِ خلافتِ راشدہ (11ھ–40ھ) اسلامی تاریخ کاوہ سنہری دور ہے جس میں نبی کریم ﷺ کی براہِ راست تربیت یافتہ جماعت نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔ اس زمانے میں ریاستِ مدینہ صرف سیاسی قوت نہ تھی بلکہ ایک ہمہ جہت علمی، فکری اور روحانی مرکز بھی تھی۔ تعلیم اور تزکیہ نفس کو ایک ہی عمل کے دو پہلو سمجھا جاتا تھا؛ یعنی علم محض معلومات کا نام نہیں بلکہ انسان کی عملی و اخلاقی اصلاح کے ساتھ جڑا ہوا تھا۔ قرآن کو محض تلاوت کے بجائے فہم اور تدبر کے ساتھ پڑھایا جاتا، حدیث و سنت روزمرہ زندگی کا حصہ تھیں۔ اس زمانے کی نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ دینی اور دنیاوی ہر دو پہلو میں تعلیم اور تزکیۂ نفس کو حکومت اور معاشرتی نظام کی بنیاد بنایا گیا۔ اس عہد میں اسلامی تعلیمات کا مرکز صرف رسمی تعلیم تک محدود نہ تھا بلکہ افراد کی سیرت، کردار، اخلاق اور باطنی اصلاح پر بھی خاص توجہ دی جاتی تھی۔ قرآن و حدیث کی تعلیم عام کرنے کے لیے مساجد کو علمی و تربیتی مراکز بنایا گیا۔ خلفائے راشدین خود قرآن و سنت کی تدریس اور تفسیر و فقہ کی رہنمائی میں پیش پیش تھے۔

تقویٰ، اخلاص، عدل، صبر، شکر، اور خشیتِ الٰہی کو حکومتی اور معاشرتی اصولوں کا حصہ بنایا گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عبادات کے ساتھ ساتھ معاملات اور اخلاق میں بھی پاکیزگی کو مقدم رکھا۔ اس دور کا تعلیمی اور معاشرتی نظام ایسا تھا کہ ہر فرد کی شخصیت میں خوفِ خدا، امانت داری، اور خدمتِ خلق پیدا

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

کی جائے۔ خلفائے راشدین کے خطبات، فیصلے، اور طرزِ حکمرانی تزکیۂ قلب وروح کے عملی مظاہر تھے۔ اس کے علاوہ تعلیم اور تزکیہ کو ایک دوسرے سے مربوط رکھا گیا۔ زکوٰۃ، صدقات، عدل وانصاف، اور معاشرتی فلاح کے احکامات پر سختی سے عمل کروا کر ایسا معاشرہ تشکیل دیا گیا جو روحانی اور اخلاقی دونوں پہلوؤں سے مضبوط ہو۔

علم سے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

"هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ"[1]

ترجمہ: کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان

علم حاصل کرنے کی فضیلت کے بارے میں پیارے آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو کوئی اللہ تعالی کے فرائض کے متعلق ایک یا دو یا تین یا چار یا پانچ کلمات سیکھے اور اسے اچھی طرح یاد کرلے اور پھر لوگوں کو سکھائے تو وہ جنّت میں داخل ہو گا۔[2]

علم دین حاصل کرنا، اللہ تعالی کی رضا کا سبب، بخشش و نجات کا ذریعہ اور جنت میں داخلے کا ضامن ہے۔ خلفائے راشدین کے دور میں لوگ قرآن و سنت کی تعلیمات حاصل کرنے پر زور دیتے تھے، جس کے لیے وہ مسجدوں، گھروں اور صحابہ کرام کے حلقوں سے استفادہ کرتے تھے۔ لوگ انفرادی طور پر علم حاصل کرتے تھے، جبکہ علم کی تقسیم علماء کرام اور حافظ قرآن کے ذریعے ہوتی تھی۔ تعلیم کے حصول کے ذرائع یہ تھے:

- **مسجدیں:**

مسجدیں علم کا اہم مرکز ہوتی تھیں، جہاں قرآن پاک کی تعلیم دی جاتی تھی اور درسِ قرآن منعقد ہوتے تھے

- **صحابہ کرام کے حلقے:**

صحابہ کرام کے گھروں میں علمی حلقے قائم ہوتے تھے، جہاں لوگ ان سے احادیث اور دین کی باتیں سیکھتے تھے

- **انفرادی تعلیم:**

علم حاصل کرنے کا مقصد ذاتی طور پر دین کو سمجھنا اور عمل کرنا ہوتا تھا۔ لوگ انفرادی طور پر قرآنی آیات اور احادیث کا مطالعہ کرتے تھے

- **حافظِ قرآن کا کردار:**

حافظ قرآن کا بنیادی کام علم کو محفوظ کرنا اور دوسروں کو پہنچانا ہوتا تھا۔ خلفائے راشدین کے دور میں تعلیم کا مقصد بنیادی طور پر دینی علم کو پھیلانا اور لوگوں میں قرآن و سنت کی سمجھ پیدا کرنا تھا، جس کے لیے مسجدیں اور صحابہ کرام کے حلقے اہم ذریعہ تھے۔

1۔ الزمر 39:9

2۔ اصبہانی، امام ابو قاسم اسماعیل بن محمد، (م:535ھ)، الترغیب والترہیب، قاہرہ، دار الحدیث القاہرہ، 2000، ج1، ص54، الرقم الحدیث 20

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"خَيْرُكُم مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ "[1]

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن (پڑھنا اور اس کے رموز و اسرار اور مسائل) سیکھے اور سکھائے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

"قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا۔وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا"[2]

ترجمہ: بے شک جس نے نفس کو پاک کر لیا وہ کامیاب ہو گیا اور بیشک جس نے نفس کو گناہوں میں چھپا دیا وہ ناکام ہو گیا۔[3]

نفس کو برائیوں سے پاک کرنا کامیابی کا ذریعہ ہے:

اپنے نفس کو برائیوں سے پاک کرنا کامیابی حاصل کرنے کا ذریعہ اور اپنے نفس کو گناہوں میں چھپا دینا ناکامی کا سبب ہے اور نفس برائیوں سے اسی وقت پاک ہو سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کی اطاعت کی جائے اور اطاعت کرنے والوں کے بارے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَخْشَ اللّٰهَ وَ يَتَّقْهِ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفَآىٕزُوْنَ"[4]

ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اس (کی نافرمانی) سے ڈرے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو فرائض میں اللہ تعالیٰ کی اور سُنّتوں میں اس کے حبیب ﷺ کی اطاعت کرے اور ماضی میں اللہ تعالیٰ کی ہونے والی نافرمانیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور آئندہ کے لئے پرہیز گاری اختیار کرے تو ایسے لوگ ہی کامیاب ہیں۔[5]

لہٰذا جو شخص حقیقی کامیابی حاصل کرنا اور ناکامی سے بچنا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب ﷺ کی اطاعت کر کے اپنے نفس کو برائیوں سے پاک کرے۔

تزکیہِ نفس دین کا بنیادی تقاضا، قرآن کا مرکزی موضوع اور رسولِ کریم ﷺ کے فرائض منصبی میں سے ایک اہم کام ہے۔ عہدِ نبوی ﷺ اور خلافتِ راشدہ میں تعلیمی و تربیتی تسلسل کا بنیادی مقصد اللہ تعالیٰ کی معرفت اور انسانیت کی تعلیم تھا، جس میں علم کے ساتھ ساتھ تربیت، تادیب اور تزکیہ نفس کو بھی شامل کیا گیا تھا۔ اس دور میں تعلیم کا مرکز مدینہ منورہ کی مسجد نبوی ﷺ تھی، جہاں صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو دینِ اسلام کی تعلیم دی جاتی تھی اور بعد میں خلافت راشدہ کے دور میں اس تسلسل کو وسیع کرتے ہوئے مختلف علاقوں میں تعلیمی مراکز قائم کیے گئے۔

1۔ بخاری، امام محمد بن اسماعیل، (م:256ھ)، صحیح البخاری، دار الکتب العلمیہ، 2004، الرقم الحدیث 5027

2۔ الشمس 91:9۔10

3۔ سیوطی، امام جلال الدین، (م:911ھ)، جلالین مع صاوی، الشمس، تحت الآیۃ: 9۔10، کراچی، المدینۃ العلمیہ، باب المدینہ، 2005ء، ج6، ص2370

4۔ النور 24:52

5۔ نسفی، امام عبداللہ بن احمد بن محمود، (م710ھ)، مدارک، النور، تحت الآیۃ: 52، لبنان، دار المعرفہ بیروت، 2001ء، ص787

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

قرآن وسنت کے ذریعے روحانی تربیت:

قرآن وسنت کے ذریعے روحانی تربیت سے مراد اللہ تعالیٰ سے تعلق کو مضبوط کرنا اور نبی اکرم ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اخلاقی، فکری، اور روحانی طور پر مکمل انسان بنانا ہے۔ اس میں قرآنی تعلیمات کی تلاوت اور فہم شامل ہے، جو عقل اور وجدان کی تربیت کرتا ہے اور دل کو طہارت و تقویٰ سے بھرتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما: کتاب اللہ وسنة رسول"[1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" :میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، پس جب تک تم ان دونوں پر عمل کرتے رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے، (یعنی) اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت۔

نبی اکرم ﷺ نے اپنی سنت کو چھوڑنے سے منع کیا اور فرمایا کہ ان دو چیزوں کو تھامے رکھنے سے کوئی گمراہ نہیں ہو گا، اس لیے ان کی پیروی انسان کی روحانی تربیت کا بنیادی ذریعہ ہے۔

عبادات کا نظام (نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج) بطور اصلاحِ نفس:

عبادت کا نظام، جیسے نماز، روزے، اور دیگر اسلامی اعمال، نفس کی اصلاح اور تزکیہ کے لیے ایک طاقتور ذریعہ ہے۔ ان عبادات کے ذریعے بندہ اللہ سے قریبی تعلق قائم کرتا ہے، اپنی خواہشات کو قابو میں رکھتا ہے، اور خود کو اخلاقی اور روحانی طور پر بہتر بناتا ہے۔

نماز سے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

"اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ"[2]

ترجمہ: اور نماز قائم کرو، بیشک نماز بے حیائی اور بری بات سے روکتی ہے۔

نماز بے حیائیوں اور بری باتوں سے روکتی ہے، لہٰذا جو شخص نماز کا پابند ہوتا ہے اور اسے اچھی طرح ادا کرتا ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک نہ ایک دن وہ ان برائیوں کو ترک کر دیتا ہے جن میں مبتلا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

کہ ایک انصاری جوان سرکارِ دوعالَم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھا کرتا تھا اور بہت سے کبیرہ گناہوں کا اِرتکاب کرتا تھا، حضور پُر نور ﷺ سے اس کی شکایت کی گئی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا" اس کی نماز کسی دن اسے اِن باتوں سے روک دے گی۔ چنانچہ کچھ ہی عرصے میں اس نے توبہ کر لی اور اس کا حال بہتر ہو گیا۔[3]

1۔ تبریزی، علامہ ولی الدین ابو عبد اللہ، (م:741ھ)، مشکوۃ المصابیح، کتاب الایمان ،شیئان للھدایة بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، بیروت، دار الکتب العلمیہ، 2000ء، الرقم الحدیث 186

2۔ العنکبوت 45:29

3۔ عمادی، امام ابو سعود محمد بن مصطفیٰ، (م:986ھ)، ابو سعود، العنکبوت، تحت الآیۃ:45، لبنان، دار المعرفہ بیروت، 1999ء، ج4، ص 261

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی: فلاں آدمی رات میں نماز پڑھتا ہے اور جب صبح ہوتی ہے تو چوری کرتا ہے۔ ارشاد فرمایا: "عنقریب نماز اسے اس چیز سے روک دے گی جو تو کہہ رہا ہے۔[1]

ہمارے معاشرے میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو نماز پڑھنے کے باوجود گناہوں سے باز نہیں آتے اور بری عادتوں سے نہیں رکتے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ اس طرح نماز نہیں پڑھتے جیسے نماز پڑھنے کا حق ہے مثلاً نماز کے ارکان و شرائط کو ان کے حقوق کے ساتھ اور صحیح طریقے سے ادا نہیں کرتے ، نماز میں خشوع و خضوع کی کیفیت ان پر طاری نہیں ہوتی اور نماز کی ادائیگی غفلت سے کرتے ہیں ، یہ ان کی نماز ہوتی ہے جو ظاہری نماز تو ہے لیکن حقیقی اور کامل نماز نہیں۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس کی نماز اس کو بے حیائی اور ممنوعات سے نہ روکے وہ نماز ہی نہیں۔[2]

اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس شخص کو اس کی نماز بے حیائی اور برائی سے نہ روکے تو اسے اللہ تعالیٰ سے دوری کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا (کیونکہ اس کی نماز ایسی نہیں جس پر ثواب ملے بلکہ وہ نماز اس کے حق میں وبال ہے اور اس کی وجہ سے بندہ عذاب کا حق دار ہے۔[3]

لہٰذا جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ بے حیائیوں اور برائیوں سے باز آجائے تو اس طرح نماز ادا کیا کرے جیسے نماز ادا کرنے کا حق ہے۔

روزے سے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ"[4]

ترجمہ: اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے کہ کہیں تمہیں پرہیز گاری ملے۔

روزے کا مقصد تقویٰ و پرہیز گاری کا حصول ہے۔ روزے میں چونکہ نفس پر سختی کی جاتی ہے اور کھانے پینے کی حلال چیزوں سے بھی روک دیا جاتا ہے تو اس سے اپنی خواہشات پر قابو پانے کی مشق ہوتی ہے جس سے ضبطِ نفس اور حرام سے بچنے پر قوت حاصل ہوتی ہے اور یہی ضبطِ نفس اور خواہشات پر قابو وہ بنیادی چیز ہے جس کے ذریعے آدمی گناہوں سے رکتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

"وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰىۙ ۔ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى"[5]

ترجمہ: اور وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا۔ تو بیشک جنت ہی ٹھکانا ہے۔

1۔ حنبل، امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد، (م:241ھ)، مسند امام احمد، لبنان، دار المعرفہ بیروت، ج3، ص457، الرقم الحدیث 9785

2۔ سیوطی، امام جلال الدین، (م:911ھ)، در منثور، العنکبوت، تحت الآیۃ 45، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 2000ء، ج6، ص466

3۔ طبرانی، حافظ سلیمان بن احمد، (م:360ھ)، معجم الکبیر، بیروت، دار احیاء التراث، العربی، 2008، ج11، ص46، الرقم الحدیث 11025

4۔ البقرہ 183:2

5۔ النزعات 41:79

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے جوانو! تم میں جو کوئی نکاح کی استطاعت رکھتا ہے وہ نکاح کرے کہ یہ اجنبی عورت کی طرف نظر کرنے سے نگاہ کو روکنے والا ہے اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا ہے اور جس میں نکاح کی استطاعت نہیں وہ روزے رکھے کہ روزہ قاطع شہوت ہے۔[1]

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ، فَإِنْ سَابَّهُ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ: إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ"[2]

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی روزے سے ہو تو نہ فحش کلامی کرے اور نہ جھگڑے اور اگر کوئی اسے گالی دے یا اس کے ساتھ لڑے تو یہ کہہ دے میں روزے سے ہوں۔

ایک اور مقام پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ لَمْ يَدَعْ قَولَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ اِللهِ حَاجَةٌ فِي اَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ"[3]

ترجمہ: جو شخص بحالت روزہ جھوٹ بولنا اور اس کے ساتھ برے عمل کرنا ترک نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کو (روزے کی حالت میں) اس کے بھوکا اور پیاسا رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"الصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. يَقُوْلُ الصِّيَامُ: اَي رَبِّ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِي فِيْهِ وَيَقُوْلُ الْقُرْآنُ: مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِي فِيْهِ فَيُشَفَّعَانِ"[4]

ترجمہ: روزہ اور قرآن قیامت کے روز بندہ مومن کے لئے شفاعت کریں گے۔ روزہ عرض کرے گا: اے اللہ! دن کے وقت میں نے اس کو کھانے اور شہوت سے روکے رکھا پس اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما اور قرآن کہے گا میں نے رات کو اسے جگائے رکھا پس اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما، پس دونوں کی شفاعت قبول کر لی جائے گی۔

اسلام کی ہر عبادت کا مقصد تقویٰ کی صورت میں انسان کو ایک کردار عطا کرنا ہے۔ روزے کے عمل کی وسعت ان احادیث مبارکہ سے واضح ہے کہ روزہ سارے اعضاء کا ہونا چاہئے۔ زبان سب وشتم اور فحش کلامی سے پاک ہو، کسی کو گالی گلوچ نہ کرے، نفرت وحقارت کا اظہار نہ کرے، کسی کے جذبات کو مجروح نہ کرے اور کسی بھی قسم کی کسی کو بھی کوئی تکلیف واذیت نہ دے۔ الغرض مسلمان کا وجود، وجود خیر ہو، لڑائی جھگڑے، فتنہ وفساد، جھوٹ سے ہر ممکن اجتناب کرے۔ نیز اسی طرح اس کا وجود بھی بُرے عمل کی آماجگاہ بننے سے محفوظ ہو جائے۔

اگر نفس شر کی ہر چیز میں مصروف نظر آئے، اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کرے، اللہ کی نافرمانی اور معصیت کی طرف بڑھے لیکن ظاہر داری میں روزے رکھتا پھرے، دن بھر بھوکا پیاسا رہے تو اس کا یہ عمل کچھ فائدہ نہ دے گا، اس لئے کہ ایسے روزے کا نہ رب نے حکم دیا تھا اور نہ یہ اسلام میں مقصود ہے۔

1۔ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب من لم یستطع الباءة فلیصم، ج3، ص422، الرقم الحدیث 5066

2۔ صحیح بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الصوم، ج2، ص673، الرقم الحدیث 1805

3۔ صحیح البخاری، کتاب الصوم، ج2، ص673، الرقم الحدیث 1804

4۔ صحیح البخاری، کتاب الصوم، ج2، ص673، الرقم الحدیث 1806

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

"فلیس للہ حاجة"۔ اللہ کو ایسے روزوں کی ضرورت نہیں جو اس کے اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات اور تعلیمات کی صریح خلاف ورزی میں رکھے جائیں۔ پس جس طرح ہر عمل اپنی ادائیگی کے لئے کچھ قواعد وضوابط رکھتا ہے اسی طرح روزے کی ادائیگی کے مذکورہ ضابطوں پر عمل پیرا ہونا ہی روزے کو اللہ کی بارگاہ میں مقبولیت تک لے جاتا ہے۔

زکوۃ سے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

"وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ "[1]

ترجمہ: اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ ادا کرو۔

زکوٰۃ دینے سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے۔ قرآنِ پاک میں مُتَّقِین کی علامات میں سے ایک علامت یہ بھی بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

"وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَۙ"[2]

ترجمہ: اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے ہماری راہ میں اٹھائیں۔

راہِ خدا میں خرچ کرنے سے یا زکوٰۃ مراد ہے جیسے کئی جگہوں پر نماز کے ساتھ زکوٰۃ ہی کا تذکرہ ہے یا اس سے مراد تمام قسم کے صدقات ہیں جیسے غریبوں، مسکینوں، یتیموں، طلبہ، علماء اور مساجد و مدارس وغیرہا کو دینا نیز اولیاء کرام یا فوت شدگان کے ایصالِ ثواب کیلئے جو خرچ کیا جاتا ہے وہ بھی اس میں داخل ہے کہ وہ سب صدقاتِ نافلہ ہیں۔

خلفائے راشدین کا کردار:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ: عدل، اخلاص اور صدق کی تعلیم:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلفائے راشدین کے سرخیل و سردار ہیں۔ آپ نے اپنے زمانۂ خلافت میں ایسے تاریخ ساز اور اصلاحی کارنامے سر انجام دیے جو بعد میں آنے والوں کے لیے مشعلِ راہ اور مینارۂ نور بن گئے۔ پورا قرآن عہد رسالت میں لکھا جا چکا تھا مگر اس کی آیتیں اور سورتیں یکجا نہ تھی اولین شخص جس نے رسول اللہ ﷺ کی ترتیب کے مطابق اس کو مختلف صحیفوں میں جمع کیا وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ تھے۔

ابو عبد اللہ محاسبی اپنی کتاب "فہم السنن" میں ذکر کرتے ہیں:

قرآن پاک کی کتابت کوئی نئی چیز نہ تھی نبی اکرم ﷺ بذات خود اس کے لکھنے کا حکم دیا کرتے تھے البتہ وہ کاغذ کے ٹکڑوں۔ شانہ کی ہڈیوں اور کھجور کی ٹہنیوں پر بکھرا پڑا تھا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ نے متفرق جگہوں سے اس کو یکجا کرنے کا حکم دیا یہ سب اشیاء یوں تھیں جیسے آنحضور ﷺ کے گھر میں اوراق منتشر پڑے ہوں اور ان میں قرآن پاک لکھا ہوا ہو۔ ایک جمع کرنے والے (حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ) نے ان اوراق کو جمع کر کے ایک دھاگے سے باندھ دیا تاکہ ان میں سے کوئی چیز ضائع نہ ہو پائے۔[3]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ: نظامِ عدل، علم کی توسیع، عوامی تربیت

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار تاریخ عالم کی ان شخصیات میں ہوتا ہے جن کی ذات میں بیک

1۔ البقرۃ 43:2

2۔ البقرۃ 3:2

3۔ قادری، مفتی محمد امین، البرہان، فیصل آباد، مکتبہ سلطانیہ، 2018ء، ج 1، ص 238

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

وقت اس قدر صلاحیتیں اور خوبیاں موجود ہوں کہ ایک طرف فتوحات اور نظام حکومت میں مساوات، عدل وانصاف، مذہبی رواداری اپنی انتہاء پر ہو اور دوسری طرف روحانیت، زہد وورع، تقویٰ اور بصیرت بھی اپنے پورے کمال پر نظر آئے۔ اس حوالے سے آپ کی ذات اپنی مثال آپ ہے۔

عدل وانصاف کے معاملے میں بھی آپ کا عملی نمونہ سب کے سامنے موجود ہے۔ جو آپ کے لیے باعثِ امتیاز ہے۔ اپنے، پرائے، کمزور وطاقتور میں فرق نہیں کرتے یہاں تک کہ اپنے متعین کردہ گورنر اور اپنے بیٹے کے لئے بھی انصاف کا مظاہرہ اسی طرح کرتے ہیں جس طرح کسی عام آدمی پر عدل وانصاف کا اطلاق کرتے۔ یہی وہ صفات ہیں جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فتوحات کے پس پردہ کار فرما نظر آتی ہیں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روحانیت کا یہ عالم تھا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان پر حق بولتا تھا۔ آپ الہامی شخصیت کے مالک تھے، جو سوچتے وہ ہو جاتا تھا۔ قرآن اور حدیث آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے میں موافقت کرتے۔ آیت حجاب، مقام ابراہیم کو مصلیٰ بنانے، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے متعلق، واقعہ ایلاء، جنگی قیدیوں سے سلوک، منافق کی نماز جنازہ، حرمت شراب، توریت کی آیت کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلام، اذان کے حکم کا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کے مطابق ہونا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روحانیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔[1]

دعائے برکت کے سلسلے میں آنحضور ﷺ کا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورے پر عمل کرنا، جنت کی بشارت دینے کے سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشورہ قبول کرنا، فرض اور نوافل کو الگ الگ رکھنے کے سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کو پسند فرمانا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روحانیت کا مظہر ہونے کے دلائل ہیں۔ سترہ کے قریب ایسی قرآنی آیات ہیں جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کی موافقت میں نازل ہوئیں۔[2]

اسلام کے شروع دور میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُمت مسلمہ کے فقیہ تھے۔ فکر وفہم کی گہرائی، تحلیل وتجزیہ کی قدرت اور استنباط کی مہارت میں آپ نے شہرت پائی۔ سلف صالحین نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم، سمجھ اور شرعی احکام کی دقیق معرفت کو خوب سراہا ہے۔

- آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث قبول کرنے میں بہت محتاط تھے۔
- صحابہ کے ساتھ علمی مذاکرہ کا اہتمام کرتے تھے۔
- جن مسائل کو رسول اللہ ﷺ سے نہیں سیکھ سکے تھے انہیں صحابہ کرام سے پوچھتے تھے۔
- طلب علم پر رغبت دلانے والے بہت سے اقوال آپ سے ثابت ہیں۔
- اپنی رعایا کو تعلیم وتوجیہ سے نوازا۔

فقہ وفتویٰ کے لیے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ میں ایک گھر خاص کیا، جو بعد میں مدرسہ کی شکل اختیار کر گیا اور اس سے قاضی وحکمران بن کر نکلنے لگے۔ اس مدرسہ نے صحابہ کی ایک ایسی منتخب جماعت تیار کی جنہوں نے فتوحات کے موقع پر علمی اداروں (مسجدوں) کی قیادت کی۔ انہوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی روشنی میں مفتوحہ قوموں کو اسلامی تعلیم وتربیت دی۔ اس طرح علمی مدارس کی تاسیس میں سب سے پہلی اینٹ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رکھی اور یہ علمی مدارس جیسے بصرہ، کوفہ اور شام کے مدارس، امت مسلمہ کے دلوں میں کافی موثر ثابت ہوئے۔ آپ نے مکی اور مدنی مدرسہ کو خصوصی ترقی عطا کی۔[3]

1۔ سیوطی، امام جلال الدین، (م: 911ھ)، تاریخ الخلفاء، فصل في موافقات عمر، لاہور، مکتبہ الغنی پبلشرز، 2002ء، ص100

2۔ سیوطی، امام جلال الدین، (م: 911ھ)، تاریخ الخلفاء، فصل في موافقات عمر، لاہور، مکتبہ الغنی پبلشرز، 2002ء، ص100

3۔ عبدالمعبود، محمد، تاریخ المدینۃ المنورۃ، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، 2005ء، ج2، ص749

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ: قرآن کی کتابت و تعلیم میں خدمات:

اسلام قبول کرنے کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہ شرف و فضیلت حاصل ہوئی جو ان کی کتاب فضائل کا درخشاں باب ہے اور جس پر وہ جتنا ناز کریں کم ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی منجھلی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دیا۔ ان کی وفات کے بعد اپنی دوسری صاحبزادی حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دیا۔ اس طرح یکے بعد دیگرے دو صاحبزادیاں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں آئیں اور یہ وہ شرف ہے جو پوری انسانی تاریخ میں کسی شخص کو حاصل نہیں ہوا۔ گویا یہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خاص خصوصیت ہے۔ اس طرف اشارہ کرتے ہوئے سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ایک سوال کے جواب میں سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا: یہ وہ شخص ہے جس کو ملاء اعلیٰ میں ذوالنورین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔[1]

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ: علمِ فقہ و قضا:

خلافت راشدہ کے چوتھے خلیفہ امیر المؤمنین حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم آفتاب صحابیت کے وہ درخشندہ ستارہ ہیں جن کی آب و تاب مطلع ولایت و خلافت پر ہمیشہ چمکتی دمکتی رہے گی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی عظمت وشان، مقام و مرتبہ، علم و عمل، زہد و تقوی، فضل و کمال، جود و سخا، شجاعت و بہادری، حکمت و دانائی اور قضا و قدر کی گرانقدر صلاحیتیں اہل علم کے نزدیک تواتر سے ثابت ہیں اور ان تمام محاسن وصفات کو زیب قرطاس کرنے کے لئے دفتر درکار ہیں۔ چنانچہ اسلامی شخصیات میں حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم کو جو کمالاتِ علمی وراثت نبی سے حاصل ہوئے اس کی ایک جھلک سورۃ الفاتحہ کی تفسیر کے بیان کے لئے ہی کافی ہے اور خلافت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عدالتی ذمہ داری پر فائز چیف جسٹس کی حیثیت سے حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم کی معاملہ فہمی و دانشمندی تاریخ کی صفحات میں روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔[2]

آپ رضی اللہ عنہ وہ باکمال ہستی ہیں جن میں خدا تعالی کی عطا کردہ صلاحیتیں تربیت نبی سے کمال عروج پر ایسی کو پہنچی کہ قیامت تک علوم نبوت کے حقیقی وارث بن کر روحانیت کے پیشوا بنیں اور ان کے بعد جس کو بھی فیض نبوت سے جو بھی حصہ ملا یا ملتا ہے وہ حضرت والا شان رضی اللہ عنہ کی وساطت سے ہی ملا اور ملتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علمی جواہر پارے، آپ کے ملفوظات، ارشادات، عدالتی فیصلے، حکمت کی باتیں، شریعت کے فیصلے، غمگسار دعائیہ جملے، تصوف کے رموز، نالہ ہائے نیم شبی کی کیفیات، دعائیں سب فیضان نبوت کا پرتو ہیں کیونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بچپن سے ہی حضور نبی کریم ﷺ کی تربیت ملی، فیضان نبوت کا فیض بلاواسطہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملا، پھر آپ کے نصیب کی یاوری کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو داماد رسول بننے کی بھی سعادت ملی۔[3]

نتائج:

عہدِ خلافتِ راشدہ میں تعلیم و تزکیۂ نفس کا بنیادی مقصد ایسے باکردار اور باایمان افراد تیار کرنا تھا جو صرف علم میں نہیں بلکہ عمل، اخلاق اور روحانی پاکیزگی میں بھی نمایاں ہوں، تاکہ اسلامی ریاست اپنی اصل روح کے ساتھ قائم رہے اور آنے والی نسلوں کے لیے مثالی نمونہ بن سکے۔

1۔ امجدی، جلال الدین احمد، خلفائے راشدین، کراچی، مکتبۃ المدینہ، 2013ء، ص257

2۔ عسقلانی، امام حافظ احمد بن علی بن حجر، (م:852ھ)، اسد الغابۃ، بیروت، دار الکتب العلمیہ، علی بن ابی طالب، ہجرتہ، ج4، ص99

3۔ امجدی، جلال الدین احمد، خلفائے راشدین، کراچی، مکتبۃ المدینہ، 2013ء، ص258

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

- عہدِ خلافتِ راشدہ (11ھ تا40ھ) اسلامی تاریخ کا سنہری دور تھا جس میں نبی کریم ﷺ کی تربیت یافتہ جماعت نے دین و دنیا کے ہر شعبے میں تعلیم اور تزکیۂ نفس کو بنیادی حیثیت دی۔
- تعلیم و تربیت: قرآن و سنت کی تدریس، مساجد کو علمی مراکز بنانا، صحابہ کرام کے گھروں میں علمی حلقے قائم کرنا اور انفرادی تعلیم کو فروغ دینا بنیادی خصوصیات تھیں۔ مقصد صرف علمی معلومات نہیں بلکہ اخلاق، کردار اور روحانی اصلاح تھا۔
- تزکیۂ نفس: قرآن و حدیث نے تقویٰ، صبر، شکر، خشیتِ الٰہی اور اخلاص پر زور دیا۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج جیسے ارکان عبادت کو انسان کے اخلاقی و روحانی ارتقاء اور خواہشات کے قابو کا ذریعہ بنایا گیا۔
- اس دور میں تعلیم کا مقصد معاشی ترقی سے بڑھ کر اخلاقی و روحانی بلندی تھا۔
- تعلیم اور تزکیہ کو الگ نہیں کیا جاتا تھا۔ علم کا مقصد ہی تزکیۂ نفس تھا۔
- مسجد کو جامعہ کا درجہ حاصل تھا۔ جدید یونیورسٹیوں کی بنیاد اسی تصور سے منسلک ہے۔
- عہدِ خلافتِ راشدہ میں تعلیم و تزکیۂ نفس ایک مکمل نظام کے طور پر نافذ تھا جس نے نہ صرف اس دور کے مسلمانوں کی فکری و عملی زندگی کو سنوارا بلکہ آنے والے ادوار کے لیے بھی ایک مثالی ماڈل مہیا کیا۔ آج کے دور میں اس طرزِ تعلیم و تربیت سے رہنمائی لے کر ہم عصری تعلیمی اداروں کو اخلاقی و روحانی پہلوؤں سے مضبوط بنا سکتے ہیں۔

سفارشات:

- موجودہ نصابِ تعلیم میں خلافتِ راشدہ کے تعلیمی اور تزکیۂ نفس کے عملی نمونوں کو شامل کیا جائے تاکہ طلبہ کو دینی و اخلاقی پہلوؤں پر عمل کی ترغیب ملے۔
- حکومتی و سماجی رہنماؤں کے لیے ایسے تربیتی کورسز بنائے جائیں جن میں خلفائے راشدین کے عدل، زہد، اور اخلاقی تربیت کے اصول پڑھائے جائیں تاکہ معاشرتی قیادت اخلاقی بنیادوں پر استوار ہو۔
- مدارس اور یونیورسٹیوں میں صرف نظری تعلیم نہیں بلکہ عملی تزکیہ (اخلاقی ورکشاپ، خدمتِ خلق کے پروگرام) کو لازمی حصہ بنایا جائے۔
- خلافتِ راشدہ کے طرز پر سماجی سطح پر احتساب اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی منظم کمیٹیاں قائم کی جائیں تاکہ معاشرتی اصلاح ممکن ہو۔
- تحقیقی مراکز میں خلفائے راشدین کے تعلیمی و تزکیہ جاتی اقدامات پر مزید تحقیقی منصوبے شروع کیے جائیں اور ان کے نتائج اردو، عربی اور انگریزی میں عام لوگوں تک پہنچائے جائیں۔
- الیکٹرانک و سوشل میڈیا پر مختصر ڈاکومنٹریز، لیکچرز اور آن لائن کورسز کے ذریعے عہدِ خلافتِ راشدہ کے تعلیمی و اخلاقی پہلوؤں کو عوامی سطح پر عام کیا جائے۔
- موجودہ دور کے چیلنجز (سوشل میڈیا، مادیت پرستی، اخلاقی زوال) کے مطابق خلافتِ راشدہ کے اصولوں پر مبنی عملی ماڈل تیار کیے جائیں تاکہ افراد اپنے اخلاق و کردار کو بہتر بنا سکیں۔
- حکومت پاکستان اور دیگر مسلم ممالک کے تعلیمی کمیشنوں کو سفارش کی جائے کہ عہدِ خلافتِ راشدہ کی تعلیم و تزکیہ کے اصول پالیسی سازی میں رہنما خطوط کے طور پر اختیار کیے جائیں۔
- مساجد کے آئمہ اور خطباء کے لیے خصوصی کورسز رکھے جائیں تاکہ وہ خلافتِ راشدہ کے تعلیمی اور تزکیہ جاتی پہلو عوام تک موثر انداز میں پہنچا سکیں۔

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

حوالہ جات

- القرآن المجید
- امجدی، جلال الدین احمد، خلفائے راشدین ، کراچی، مکتبۃ المدینہ، 2013ء
- اصبہانی، امام ابو قاسم اسماعیل بن محمد، (م:535ھ)، الترغیب والترہیب، قاہرہ، دار الحدیث القاہرہ، 2000ء
- بخاری، امام محمد بن اسماعیل، (م:256ھ)، صحیح البخاری، دار الکتب العلمیہ، 2004ء
- تبریزی، علامہ ولی الدین ابو عبد اللہ، (م:741ھ)، مشکوۃ المصابیح، دار الکتب العلمیہ، 2000ء
- حنبل، امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد، (م:241ھ)، مسند امام احمد، لبنان، دار المعرفہ بیروت، 2009ء
- سیوطی، امام جلال الدین، (م:911ھ)، جلالین مع صاوی، کراچی، المدینہ العلمیہ، باب المدینہ، 2005ء
- سیوطی، امام جلال الدین، (م:911ھ)، تاریخ الخلفاء، فصل في موافقات عمر، لاہور، مکتبہ الغنی پبلشرز، 2002ء
- سیوطی، امام جلال الدین، (م:911ھ)، در منثور، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 2000ء
- طبرانی، حافظ سلیمان بن احمد، (م:360ھ)، معجم الکبیر، بیروت، دار احیاء التراث، العربی، 2008ء
- عسقلانی، امام حافظ احمد بن علی بن حجر، (م:852ھ)، اسد الغابۃ، بیروت، دار الکتب العلمیہ، 2009ء
- عبد المعبود، محمد، تاریخ المدینۃ المنورۃ، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، 2005ء
- عمادی، امام ابو سعود محمد بن مصطفیٰ، (م:986ھ)، ابو سعود، لبنان، دار المعرفہ بیروت، 1999ء
- قادری، مفتی محمد امین، البرہان، فیصل آباد، مکتبہ سلطانیہ، 2018ء
- نسفی، امام عبد اللہ بن احمد بن محمود، (م710ھ)، مدارک، لبنان، دار المعرفہ بیروت، 2001ء